

مقاصدِ شریعت اور مستقبلِ انسانیت

محمد نجات اللہ صدیقی ☆

مقاصدِ شریعت پر اس سے پہلے پیش کردہ مقالات کا مرکبِ توجہ زیادہ تر مسلمان معاشرہ تھا (۱)۔ اس مقالہ میں ہم انسانیتِ عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے مستقبل کی باتیں کریں گے۔ انسانوں کے لیے ایک بہتر مستقبل کی تعمیر کے لیے مقاصدِ شریعت کیا رہنمائی کرتے ہیں اور اس رہنمائی کی روشنی میں ہم مسلمان افراد اور جماعتوں نیز بحیثیتِ مجموعی پوری امت کا کردار کیا ہونا چاہئے؟ اس مطالعہ کا آغاز قرآن کریم کے انسانی خطاب سے ہو گا جس کی تشریح و تطبیق کی کچھ مثالیں عہدِ نبیؐ اور خلافتِ راشدہ سے پیش کی جائیں گی، پھر انسانیت کے موجودہ مسائل کا ذکر آئے گا۔ یہ واضح کیا جائے گا کہ ان مسائل کے حل میں بھرپور حصہ لیے بغیر نہ تو مسلمان خود اپنے مسائل حل کر سکتے ہیں نہ اس مشن کو انجام دے سکتے ہیں جس پر وہ منجانب اللہ مامور ہیں۔ آخر میں فکر و عمل کی وہ راہیں تجویز کی جائیں گی جو حصولِ مقصد میں مددگار ہو سکتی ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات صاف ہونی چاہیے کہ عام انسانوں، یا آج کی زبان میں غیر مسلم انسانیت کے ساتھ ہمارے تعلقات کی کیا نوعیت ہے، اس تعلق کا دائرہ کتنا وسیع ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ عام انسانوں سے ہمارا تعلق صرف دعوت دینے کا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہو کہ دیگر تعلقات ہیں تو مگر ان کی حیثیت ذرائع کی ہے تو یہ بھی غلطی ہوگی۔ قرآن و سنت کی روشنی میں عام انسانوں سے خوش تعلقاتی، ان کی خدمت، حاجت روائی اور دست گیری، ان کی دلجوئی اور ان کے ساتھ غم گساری وغیرہ نارمل اخلاقی رویے مطلوب ہیں، ساتھ ہی ان کو ان کے پروردگار کی بندگی کی طرف بلانا بھی مطلوب ہے مگر ہم سے جو رویہ مطلوب ہے اس پر اس بات کا اثر نہیں پڑنا چاہیے کہ کسی انسان نے اپنے لیے کون سا دین پسند کیا، کون سا مذہب اختیار کیا۔

حسنِ سلوک کی تلقین

سارے انسانوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے مگر ماں باپ اس کے اولین مستحق ہیں:

و اذ اخذنا ميثاق بنی اسرآئیل لا تعبدون الا الله، و بالوالدين احساناً و ذی القربیٰ
والیتیمی و المسکین و قولوا للناس حسناً و اقيموا الصلوة و اتوا الزکوة، ثم تولیتهم
آلا قليلاً منکم و انتم معرضون. (۲)

یاد کرو اسرآئیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا،
ماں باپ کے ساتھ، رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز
قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، مگر تھوڑے آدمیوں کے سوا تم سب اس عہد سے پھر گئے اور اب
تک پھرے ہوئے ہو۔

اسی طرح کی تلقین سورہ عنکبوت، آیت ۸؛ لقمان، آیت ۱۴؛ اور احقاف آیت ۱۵ میں بھی موجود
ہے۔ نبی کریم ﷺ نے پڑوسیوں، مہمانوں اور دو سرے کمزور اور ضرورت مند انسانوں کی حاجت
روائی اور دست گیری کی تلقین کی ہے:

ابو شریح الخزاعی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ
حسن سلوک کرے، جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ مہمان
کی ضیافت کرے اور جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ
یا تو بھلی بات بولے ورنہ چپ رہے‘ (۳)

عمر بن الخطابؓ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ: کسی آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا
کہ اپنے پڑوسی کو نظر انداز کر کے پیٹ بھرا بنے۔ (۴)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے شر سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ
ہوں وہ جنت میں نہیں داخل ہو گا۔ (۵)

مالک نے صفوان بن سلیم سے روایت کی ہے جو نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ (آپ نے فرمایا):
’بیواؤں اور مساکین کے کام آنے والے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں یا ان لوگوں
کے ہم پلہ ہیں جو دن میں روزے رکھتے ہوں اور رات میں نمازیں پڑھتے ہوں۔‘ (۶)

ابوموسیٰؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’قیدی کو چھڑاؤ اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔‘ (۷)

ابوموسیٰ الاشعریؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ’بھوکے کو کھلاؤ، مریض کی

عیادت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔ (۸)

انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
'جو مسلمان کوئی پیڑ لگاتا ہے جس (کے پھل پتے) میں سے کوئی آدمی یا جانور کھائے تو یہ
اس کے حق میں صدقہ شمار ہوتا ہے۔' (۹)

علی ابن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین باتیں
ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں کسی کو چھوٹ نہیں مل سکتی۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک خواہ وہ مسلمان
ہو یا کافر، کیا ہوا عہد پورا کرنا خواہ مسلمان سے کیا ہو یا کافر سے اور امانت سپرد کرنا خواہ مسلمان کی
ہو یا کافر کی۔ (۱۰)

ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بھی حلال مال کمائے، اس
میں سے خود کھائے یا اپنے سے کم مال والے کسی بندہ خدا کو کپڑے پہنا دے تو یہ اس کی طرف سے
زکوٰۃ شمار ہوگی۔ (۱۱)

سب کے ساتھ عفو و درگزر کا رویہ

الَّذِينَ يَنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ، وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ. (۱۲)

جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوش حال، جو غصہ کو پی
جاتے ہیں اور دوسرے کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

نبی ﷺ نے بڑی حکمت بھری بات فرمائی ہے کہ: جو انسانوں کا شکر نہ ادا کرے وہ اللہ کا شکر
ادا کرنے سے بھی قاصر ہے۔ (۱۳)

آپ ﷺ سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا: قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ اسی
پر رحم کرتا ہے جو خود رحم کرنے والا ہو۔ لوگ بولے، اے اللہ کے رسول، ہم میں سے ہر ایک رحم کرتا
رہتا ہے۔ فرمایا: تمہارے کسی خاص آدمی پر رحم کرنے سے کام نہیں چلے گا جب تک سارے ہی
انسانوں پر نہ رحم کرو۔ (۱۴)

خیر خواہی، سارے انسانوں کا بھلا چاہنا

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ إِلَّا مِنْ أَمْرٍ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ، وَ مَنْ

يفعل ذلك ابتغاء مرضات الله فسوف نؤتيه اجرًا عظيمًا (۱۵)

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔

نبی ﷺ نے تاکید کی ہے کہ اگر کسی کا بھلا نہ کر سکو تو کم سے کم ایسا ہو کہ کسی کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول، کون سا کام افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: 'اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا'۔ (ابو ذر) کہتے ہیں، میں نے پوچھا، کون سے غلام (آزاد کرنا) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: 'جو اپنے آقا کے نزدیک سب سے عمدہ اور دام میں سب سے اونچا ہو'۔ (ابوذرؓ کہتے ہیں کہ) میں نے پوچھا، اے اللہ کے رسول، اگر میں کوئی بھی بھلا کام نہ کر سکوں؟ آپ نے فرمایا: 'لوگوں کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، یہی تمہاری طرف سے تمہارے حق میں صدقہ قرار پائے گا'۔ (۱۶)

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں مومنین تین گروہوں میں منقسم ہیں، وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی شک میں مبتلا نہیں ہوئے اور اپنے جان و مال سے راہِ خدا میں جہاد کرتے رہے اور وہ جن سے انسان اپنی جان و مال کے لیے کوئی خطرہ نہیں محسوس کرتے، پھر وہ جو کسی لالچ میں آ بھی گیا تو اللہ عز و جل کی خاطر اس سے دست کش ہو گیا۔ (۱۷)

ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: جس نے نے چالیس دن تک غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہوا اور اللہ تعالیٰ اس سے دست کش ہوا اور جس بستی میں کوئی آدمی بھوکا اٹھے اس سے اللہ تعالیٰ بری الذمہ ہے۔

خالد بن الولید سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اسے دیا جائے گا جس نے دنیا میں انسانوں کو سب سے زیادہ عذاب دیا ہو۔ (۱۸)

عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے کہا

اے اللہ کے رسول، سب سے اچھا آدمی کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اس کو جواب دیا: جو انسانوں کو نفع پہنچانے میں سب سے آگے ہو۔

انسانی جان بچانا

من اجل ذلك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفساً بغير نفسٍ او فساداً فى الارض فكأنما قتل الناس جميعاً، و من احياها فكأنما احيا الناس جميعاً..... (۱۹)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا، جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

لوگوں کے مال ناحق نہ کھائے جائیں۔

واخذهم الربوا وقد نهوا عنه واكلمهم اموال الناس بالباطل، و اعتدنا للكافرين منهم عذاباً أليماً. (۲۰)

اور سود لیتے ہیں جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور لوگوں کے مال ناجائز طریقہ سے کھاتے ہیں اور جو ان میں سے کافر ہیں ان کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ناپ تول ہمیشہ ٹھیک رہے

..... فاوفوا الكيل و الميزان ولا تبخسوا الناس اشياءهم ولا تفسدوا فى الارض بعد اصلاحها، ذلكم خير لكم ان كنتم مؤمنين. (۲۱)

..... وزن اور پیمانے پورے کرو، لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھٹا نہ دو اور زمین میں فساد نہ برپا کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے، اسی میں تمھاری بھلائی ہے اگر تم واقعی مومن ہو۔

والى مدین اخاهم شعيباً، قال يا قوم اعبدوا الله ما لكم من اله غيرهُ، ولا تنقصوا المكيال والميزان، انى اراكم بخير وانى اخاف عليكم عذاب يومٍ محيط. ويقوم اوفوا المكيال والميزان بالقسط ولا تبخسوا الناس اشياءهم، ولا تعنوا فى الارض مفسدين. (۲۲)

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے میری

قوم کے لوگو، اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ آج میں تمہیں اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کل تم پر ایسا دن آئے گا جس کا عذاب سب کو گھیر لے گا اور اے برادرانِ قوم، ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھانا نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ. (۲۳)

پیمانے ٹھیک بھرو اور کسی کو گھانا نہ دو، صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ. (۲۴)

تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھانا دیتے ہیں۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ فساد مچنے سے روکنا مقصدِ شریعت ہے۔ ان آیات نے واضح کیا کہ ساری انسانیت کے مفاد میں اس مقصود کا حصول درکار ہے، نیز یہ کہ ناپ تول میں بے انصافی فساد ہے۔

عدل گستری سارے انسانوں کے ساتھ مطلوب ہے

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ، إِنَّ اللَّهَ نِعْمًا يَعِظُكُم بِهِ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا. (۲۵)

مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

يَا دَاوُدَ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ، إِنَّ الَّذِينَ يَصِلُونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ. (۲۶)

اے داؤد، ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ

حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔

عدل و قسط کا دور دورہ ہونا چاہیے

لقد ارسلنا رسلنا بالبينت وانزلنا معهم الكتب والميزان ليقوم الناس بالقسط..... (۲۷)
ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں.....

اس آیت میں آسمانی ہدایت کا زمینی مقصد قیامِ عدل بتایا گیا ہے۔ بات کا یہ انداز کہ 'تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں' بتا رہا ہے کہ ایسا انسانوں کے آزادانہ تعامل کے نتیجے میں مطلوب ہے۔ ایک طرف تو ہر مسلمان کو ہر انسان کے ساتھ انصاف سے پیش آنا لازمی ہے دوسری طرف ایسی اجتماعیت کی تشکیل مطلوب ہے کہ ہر طرف عدل و قسط کا دور دورہ ہو۔

قل امر ربی بالقسط..... (۲۸)

(اے نبی، ان سے) کہو، میرے رب نے تو انصاف اور راستی کا حکم دیا ہے.....

سورہ نساء، آیت ۵۳۱ اور آیت ۸۵ میں بھی اسی روش کی تاکید کی گئی ہے۔

استکبار arrogance کی روش بری ہے

ولا تصغر خدك للناس ولا تمش في الارض مرحاً، ان الله لا يحب كل مختالٍ

فخور. (۲۹)

اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔

فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر رسول خدا ﷺ نے جو تقریر کی اس کے یہ الفاظ بڑے اہم ہیں، فرمایا: 'اے قریش کے لوگو! اللہ نے جاہلیت کے زمانہ کا وہ گھمنڈ (آج) تم سے دور کر دیا جو آباء و اجداد پر فخر پر مبنی تھا۔ سارے انسان آدم سے نکلے ہیں اور آدم مٹی سے'۔

کسی انسان کا خود کو دوسروں سے کسی ایسی بنیاد پر اونچا سمجھنا جو اختیاری نہیں بلکہ رنگ و نسل، جائے پیدائش، زبان، قوم اور قبیلہ جیسی چیزوں پر مبنی ہو جو کوئی آدمی خود نہیں چنتا، کبر نفس اور بے جا گھمنڈ کی بدترین مثال ہے۔ قدرتی طور پر ایسا آدمی دوسروں سے برابری کا اچھا سلوک نہیں کرتا۔

اس غلط رویہ کی نظریاتی جڑیں کاٹنے کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ نے ہر انسان سے خوش تعلقاتی بھی سکھائی ہے:

جابرؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا، لوگوں کی خاطر مدارات صدقہ ہے۔ (۳۰)

زمین سارے انسانوں کے لیے رزق کا منبع ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا، وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ، إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ. (۳۱)

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں انھیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

عمرو ابن شعیب اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے راوی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (بارش کے لیے) استسقاء (کی نماز میں) دعا کرتے تو فرماتے: اے اللہ اپنے بندوں اور جانوروں کی پیاس بجھا، اپنی رحمت عام کر اور اپنے (خشک سالی کے سبب) بے جان ملک کو جلا دے۔ (۳۲)

سارے انسان ایک برادری کے افراد ہیں

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا، إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ. (۳۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی اخوتِ انسانی کے اصول پر زور دیا ہے:

زید ابن ارقمؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا اور سلیمان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے آخر میں یہ کہا کرتے تھے: 'اے وہ جو ہمارا پروردگار ہے اور ساری چیزوں کا پالنے والا ہے، میں گواہ ہوں کہ آقا اکیلا تو ہی ہے، کوئی تیرا شریک نہیں۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد تیرا بندہ اور اللہ کا رسول ہے۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار میں گواہی دیتا

ہوں کہ سارے بندے بھائی بھائی ہیں۔ اے ہمارے اور ساری چیزوں کے پروردگار مجھے اپنے لیے یکسو کر دے۔ اے جلال اور اکرام والے سن اور قبول فرما۔ اللہ سب سے بڑا ہے، سب سے بڑا، اے اللہ، آسمانوں اور زمین کے نور؛

قادیسیہ کے موقع پر فارس کی دولتِ عظمیٰ کے نمائندہ سردار، رستم کے دربار میں متعدد ایچی بھیجے گئے۔ ان میں سے ایک مغیرہ بن شعبہ بھی تھے۔ رستم کے سامنے ان کی تقریر میں آیا ہے: ”ہم (اللہ کے) بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لے جانے کے لیے آئے ہیں۔ انھوں نے (یہ بھی) کہا: سارے انسان آدم کی اولاد ہیں، چنانچہ وہ سب ماں اور باپ دونوں رشتے سے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔“ (۳۳)

انسانی عز و شرف کے سبھی مستحق ہیں

و لقد کرمنا بنی آدم و حملنہم فی البرّ والبحر و رزقنہم من الطیبت و فضلنہم علیٰ کثیرٍ ممن خلقنا تفضیلاً. (۳۵)

ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔ نبی ﷺ نے اسی بات کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ واضح کیا ہے:

جابرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب سمندر پار ہجرت کرنے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آئے تو آپ نے فرمایا، مجھ سے بیان نہ کرو گے کہ حبشہ کی سرزمین پر تم نے کیا عجیب باتیں دیکھیں؟ چنانچہ ان میں سے کچھ لڑکے بولے، ضرور، یا اللہ کے رسول۔ ایک بار ہم بیٹھے ہوئے تھے تو ان کے راہبوں میں کی کوئی بوڑھی عورت ہمارے پاس سے گزری۔ وہ سر پر پانی کا مٹکا اٹھائے ہوئے تھی۔ جب وہ اسی قوم کے کسی لڑکے کے پاس سے گزری تو اس نے اپنا ایک ہاتھ اس طرح اس عورت کے شانوں کے درمیان ڈال کر اسے دھکا دیا کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑی اور اس کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ اٹھ کھڑی ہونے کے بعد اس نے اس لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے بدتمیز تجھے اس دن پتہ چلے گا کہ اللہ کے دربار میں میرے اور تیرے معاملہ میں کیا فیصلہ ہوتا ہے جس دن کہ اللہ عرش جمائے گا اور اگلوں پچھلوں سب کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں بولیں گے کہ کس کے کیا کرتوت تھے۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس عورت نے سچ کہا، اس عورت نے سچ کہا۔ بھلا اللہ ایسی قوم کو کیسے اوپر اٹھائے گا جس میں طاقت ور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جاتا ہو؟ (۳۶)

یہ بات کہ اسلام میں صاحب اختیار کی ایک اہم ذمہ داری سماج کے کمزور افراد اور گروہوں کو سماج کے طاقتور افراد اور گروہوں کے ظلم و استحصا سے بچانا ہے، بڑی صراحت سے آئی ہے۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: 'تم میں کا کمزور میرے لیے زور آور ہوگا تا آنکہ میں اسے، اللہ نے چاہا تو، اس کا حق نہ واپس دلوا دوں اور جو تمہارے درمیان زور آور شمار ہوتا ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک کمزور شمار ہوگا جب تک، اللہ نے چاہا تو، اس سے حق وصول نہ کر لوں۔' (۳۷)

حضرت عمرؓ نے قادسیہ کی مہم پر بھیجتے وقت مسلمانوں، بالخصوص حضرت سعد بن ابی وقاص کو مخاطب کر کے، جن کو اس مہم کی سربراہی کے لیے چنا گیا تھا، اسی بات پر زور دیا، فرمایا: 'اللہ کے اور کسی کے درمیان کوئی قربت داری نہیں، جو (تعلق) ہے وہ اس کی اطاعت گزاری پر مبنی ہے۔ اللہ کے حضور اشرف اور اجلاف، سارے انسان ایک جیسے ہیں۔ اللہ ان سب کا پروردگار و آقا ہے اور وہ اس کے بندے ہیں.....' (۳۸)

محمد ﷺ سبھی کے لیے رحمت ہیں

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین. (۳۹)

اے نبی، ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

انسانوں کے ساتھ تعاون یا عدم تعاون اصولوں اور قدروں پر مبنی ہو

..... ولا یجزمکم شأن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا، وتعاونوا علی البرِّ والتقویٰ، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، واتقوا اللہ، ان اللہ شدید العقاب. (۴۰)

..... اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں، جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو، اس کی سزا بہت سخت ہے۔

معلوم ہوا کہ مسئلہ یہ نہیں کہ وہ کیا جائے جس میں اپنا فائدہ نظر آئے، یا مسلمان وہ کریں جن سے ان کے مصالح کا فروغ ہو۔ مسئلہ قدروں اور اصولوں کا ہے جو خود مقصود ہیں۔

کسی قوم کی کسی قوم پر تسلط پسندی ٹھیک نہیں

اسلام تسلط پسندی hegemony کو رد کرتا ہے۔ وہ اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہے، نہ کہ مسلمانوں کی غلامی کی طرف۔ رستم کے دربار میں صحابی مغیرہ بن شعبہ کی مذکورہ بالا تقریر کے بعد رستم نے ان سے پوچھا: 'اگر ہم لوگ تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم ہمارے علاقوں سے واپس چلے جاؤ گے؟' وہ بولے: 'ہاں، واللہ۔ اس کے بعد ہم تمہارے علاقوں کے قریب آئے بھی تو تجارت کے لیے یا کسی اور ضرورت سے ہی آئیں گے۔' (۴۱)

اسی موقع پر کسریٰ کے دربار میں صحابی نعمان ابن مقرن نے یہی بات ان الفاظ میں واضح کی: 'اگر تم نے ہمارا دین قبول کر لیا تو ہم اللہ کی کتاب تمہارے پاس چھوڑ کر اور تمہیں اس پر قائم کر کے چلے جائیں گے، یعنی تمہیں اسی بات کا پابند بنا جائیں گے کہ اس کے احکام کے مطابق فیصلے کرو۔ ہم خود تمہارے یہاں سے چلے جائیں گے، تم جانو اور تمہارے ملک.....' (۴۲)

اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں بخوبی واضح کر دیا ہے کہ مسلمان نہ انفرادی طور پر تسلط پسند ہوں نہ اجتماعی طور پر:

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوًّا في الارض ولا فساداً، والعاقبة للمتقين. (۴۳)

وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین کے لیے ہے۔

قابل ذکر بات ہے کہ یہ آیت چوتھے خلیفہ راشد، سیدنا علیؓ بازار میں دوکانداروں کو سناتے تھے۔ آیت سنا کر آپؐ ان سے فرماتے: 'یہ آیت ان تمام لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو کوئی ذمہ داری ملی ہو یا اختیار حاصل ہو، جنہیں عدل اور تواضع کی روش مناسب ہے۔' (۴۴)

مسلمانوں کا مشن تعمیر انسانیت ہے نہ کہ اپنی چودھراہٹ جمانا۔

مشترکہ انسانی مسائل

یوں تو آدمی ہونے کے ناتے ہمارے سارے ہی مسائل مشترکہ مسائل ہیں لیکن آسانی کی خاطر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی قسم ان مسائل کی ہے جنہیں انسانوں کا کوئی بڑا مجموعہ، مثلاً ایک ملک کے باشندے، ایک ملت کے افراد، ایک زبان بولنے والے، ایک نسل یا رنگ کے

لوگ..... مل کر حل کر سکتے ہیں۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جن کا حل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک سارے ملکوں کے باشندے، ساری ملتوں کے افراد ساری زبانیں بولنے والے، ہر نسل و رنگ کے لوگ..... ان کے حل میں نہ شریک ہوں۔ اس دوسری قسم کی نمایاں مثالیں عالمی درجہ حرارت میں اضافہ (global warming) نیز ماحولیاتی تلوث کے دوسرے اثرات، وبائی امراض کا انسداد اور ان کی روک تھام کی تدابیر، ہمہ گیر تباہی مچانے والے اسلحہ (weapons of mass destruction) کا انسداد اور ان کی روک تھام کی تدابیر، امن عالم کا تحفظ..... ان مسائل کا حل ہمارے وجود و بقا کی شرط ہے اس لیے مقصود ہے۔ ان کے علاوہ پوری دنیا سے فقر و فاقہ کا خاتمہ، ہر انسان کو بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت، تمام انسانوں کے لیے ترقی کی راہیں ہموار کرنا اور اس کی خاطر عالمی تجارت اور فنی تعاون کا فروغ، وغیرہ مطلوب ہیں کیوں کہ ان سے بالاتر مقاصد کے حصول میں مدد مل سکتی ہے۔ ان کاموں کے لیے بھی باہمی تعاون کا چلن ہونا چاہئے۔ ان سب کے پہلو بہ پہلو عدل کا قیام ایک اہم مقصد ہے کیوں کہ، مدتِ طویل میں، امن عالم اسی حالت میں قائم رہ سکتا ہے اور مشترکہ انسانی مسائل کے حل کے لیے سارے انسانوں کا تعاون اسی صورت میں حاصل کیا جاسکتا ہے جب کسی قوم، نسل، یا علاقہ کے لوگوں کو یہ شکایت نہ ہو کہ ان پر ظلم ڈھائے جارہے ہیں، ان کی حق تلفی ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ ظلم کا ازالہ اور عدل کا قیام بذاتِ خود مقصود ہے۔ یہ بات کہ امن عالم کا استحکام قیامِ عدل کے بغیر ممکن نہیں، اس مقصد کی اہمیت اور بڑھا دیتی ہے۔

امن عالم کے سیاق میں اس دہشت گردی کا انسداد بھی ضروری ہے جس کو افراد اور گروہوں نے اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کا موثر ذریعہ سمجھ کر اختیار کر رکھا ہے۔ یہ سلسلہ عصرِ حاضر میں دوسری جنگِ عظیم کے بعد شروع ہوا۔ اسرائیل کا قیام چاہنے والوں نے پچھلی صدی کی چالیس کی دہائی میں بڑے پیمانے پر دہشت گردانہ طریقوں کا استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد کی دہائیوں میں اسپین، آئرلینڈ اور سری لنکا میں حکومت مخالف اور اپنے اپنے علاقوں کے لیے آزادی کے طالب گروہوں نے بڑے پیمانے پر دہشت گردی کی۔ ستر کی دہائی میں لیٹی خالد نامی عرب لڑکی نے اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی حمایت میں ہوائی جہاز اغوا کیا۔ اسی کی دہائی میں عام فلسطینیوں نے اس راہ میں قدم رکھا اور نوے کی دہائی سے فلسطین میں وہ سلسلہ شروع ہوا جسے خود کش حملوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو چیچنیا، کشمیر اور بعض دوسرے علاقوں میں اور اکیسویں صدی کی اس پہلی دہائی میں، امریکہ کے حملہ کے بعد، عراق میں بھی اختیار کر لیا گیا۔ ان بڑے اقدامات کے پہلو بہ پہلو، بیس سال سے

دنیا کے مختلف علاقوں میں خاص طور پر امریکہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف دہشت گردی کا سلسلہ جاری ہے۔ امریکہ اور اس کے مغربی حلیفوں نے ان حملوں کے حوالہ سے پوری دنیا میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کر رکھا ہے۔ اس جنگ میں اس نے تمام سابقہ معاہدوں اور معیاروں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تشدد اور جارحیت کا ہر ممکن طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں عام شہری، بالخصوص بڑے شہروں میں رہنے والے لوگ، ہر دم اپنے کو غیر محفوظ سمجھنے لگے ہیں۔ ہوائی جہاز، ٹرین اور بس سے سفر کرنے والے اندیشہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اتنے بڑے پیمانہ پر اتنے عدم تحفظ کا احساس انسانی تاریخ میں اس سے پہلے شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ بلاشبہ آج یہ مسئلہ انسانیت کے مشترکہ مسائل میں سر فہرست ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ حل کیسے ہوگا۔

دہشت گردی کا سدباب، امن عالم کا استحکام، ظلم کا ازالہ اور عدل کا قیام، فقر و فاقہ سے نجات اور ہر انسان کو بنیادی ضروریات کی تکمیل کی ضمانت، ہر فرد انسانی کے عزو شرف کے اعتراف کے ساتھ اسے بنیادی انسانی حقوق ملنا، آزادی کے ساتھ ترقی کا راستہ تمام اقوام عالم کے لیے کھولنا، اس کی خاطر بین الاقوامی تجارت کا فروغ، ماحولیاتی تلوث کو لگام لگانا اور حیوانی اور نباتاتی دنیا کا بگڑتا ہوا توازن ecological balance بحال کرنا، نیز بڑھتے ہوئے عالمی درجہ حرارت کو روکنے کی تدابیر اور دنیا کو نیو کلیائی، کیمیائی اور حیاتیاتی nuclear, chemical and biological اسلحوں سے پاک کرنا..... مشترکہ انسانی مسائل کی فہرست طویل بھی ہے اور گہبیر بھی۔

معاصر مسلمان اور مشترکہ انسانی مسائل

آج ان مسائل کی نسبت سے مسلمانوں کا رویہ انفعالی ہے، جس کا بڑا سبب یہ احساس ہے کہ ہمارے کرنے سے کچھ ہونے والا نہیں چونکہ نظام عالم غالب اور طاقتور مغربی اقوام کے ہاتھوں میں ہے۔ ساری خرابیوں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر ہم اپنے کئے کے جائزہ اور احتساب کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں۔ مسلمان ملکوں اور معاشروں میں جاری ظلم و استحصا، دولت اور آمدنی کی تقسیم میں روز افزوں عدم مساوات، ایک طرف فقر و فاقہ اور دوسری طرف ترف و تہذیر، ہمارے درمیان کم ہی زیر بحث آتے ہیں۔ جب اندرونی مسائل، جس قسم کے مسائل کو انبیاء کرامؑ نے بھی مرکز توجہ بنایا تھا، ان کی طرف توجہ کا یہ عالم ہے تو مذکورہ بالا نئے قسم کے بین الاقوامی اور عالمی مسائل کا کیا پوچھنا۔ یہ کیفیت درست نہیں، اس کو بدل کر مسلمانوں کو، ذہنی، علمی، جذباتی، عملی، ہر سطح پر مشترکہ انسانی مسائل کے حل کی کوشش میں شریک ہونا چاہئے، جیسا کہ مقاصد شریعت کا تقاضا ہے۔

بعض اوقات ہم اس طرح سوچنے لگتے ہیں کہ جب تک ہم با اقتدار اور طاقتور نہ ہوں گے نہ تو ہم ان مسائل کے حل کے لیے عملاً کچھ کر سکیں گے نہ کوئی اس بارہ میں ہماری کسی رائے یا مشورہ کو قابلِ اعتناء سمجھے گا۔ ہم یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ساری قوت اسلامی لوگوں کو با اقتدار اور طاقتور بنانے میں لگا دیں۔ پھر جب اس کوشش میں ان سے ٹکراؤ ہوتا ہے جو اس وقت صاحبِ اقتدار ہیں تو ہماری ساری قوتیں ان سے دفاع میں صرف ہو جاتی ہیں۔

اس طرزِ فکر کا جائزہ اصولی طور پر بھی لیا جانا چاہیے اور تاریخ و تجربہ کی روشنی میں بھی۔ لیکن اس مقالہ میں اس بات کی کوشش ہمیں اصل موضوع سے بہت دور لے جائے گی۔ یہاں ہم اس نشانِ دہی پر اکتفاء کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کا طرزِ فکر یہ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصلاحِ ماحول اور تعمیرِ انسانیت کے کام کو کبھی، کسی وجہ سے بھی، موخر نہیں رکھا۔ انبیاء علیہم السلام نے اس فریضہ کی ادائیگی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ذمہ کیا گیا تھا کبھی کسی شرط پر معلق نہیں کیا۔ سورہ ہود آیت ۲۸ تا ۵۹ کا مطالعہ سبق آموز ہے۔ اس زمانہ کے نبی نے لوگوں کو مخلصانہ مشورے دیتے ہوئے فرمایا:

..... ان اريد الاصلاح ما استطعت، وما توفيقى الا بالله، عليه توكلت و اليه انيب. (۴۵)

(شعیبؑ نے کہا): میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں، جہاں تک میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

اصلاح کے کام کی وسعت کا اندازہ اس وقت ہو گا جب اسے فساد کے مقابل رکھ کر سمجھا جائے۔ اس سے پہلے ہم فساد کے بعض ان پہلوؤں کا ذکر کر چکے ہیں جن کی طرف قرآن نے توجہ دلائی ہے۔ اصلاح کا کام ان تمام پہلوؤں سے متعلق ہے۔ اصلاح سے ملتا جلتا قرآنی تصورِ تزکیہ بھی سامنے رہنا چاہئے جس کا نبی ﷺ کے مشن کے سلسلہ میں خاص طور پر ذکر آیا ہے:

هو الذي بعث في الامم رسولا منهم يتلوا عليهم آياته و يزيهيم و يعلمهم الكتب والحكمة، و ان كانوا من قبل لفى ضلال مبين. (۴۶)

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انھی میں سے اٹھایا، جو انھیں اس کی آیات سناتا ہے، ان کی زندگی سنوارتا ہے، اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

حالانکہ اس سے پہلے وہ گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

مکہ میں نبی ﷺ کے ۳۱ سال دعوت اور اصلاح و تزکیہ کے کام میں گزرے تھے نہ کہ حصول اقتدار کی مہم میں۔ مکہ میں آپ کے شب و روز کیسے گزرتے تھے اس کا اندازہ قرآن کریم کی ان سورتوں اور آیات کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو اس دوران نازل ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھی کیا کرتے تھے اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

مکی دور کے ابتدائی برسوں کی بات ہے۔ ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ راستہ میں ابن الدغنه ملتے ہیں 'یہ شخص بنی حارث بن عبد مناة بن کنانہ سے تھا اور احابیش کا سردار تھا۔ اس نے آپ سے کہا، اے ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکرؓ نے فرمایا، میری قوم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے اور شہر بدر کر دیا ہے، میں کسی ایسی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں میں ان کی ایذا رسانی سے بچ جاؤں اور مجھے امن حاصل ہو جائے۔ اس نے کہا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ بخدا تم تو قبیلے کی زینت ہو، تکالیف میں لوگوں کی اعانت کرتے ہو اور ان کے ساتھ نیکی کرتے ہو، ناداروں کو کما کر دیتے ہو، واپس چلو، میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ (۴۷)

مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل میں بہتیرے ایسے مسائل ہیں جن کا حل نہ تو طے شدہ ہے، کہ اب مسئلہ صرف اس کے نفاذ کا ہو، جس کے لیے حکومتیں ہی پیش قدمی کر سکتی ہیں، نہ معلوم اور بدیہی ہے کہ مسئلہ صرف اس کے حق میں فیصلہ کن طاقتوں کو حرکت میں لانے کا ہو۔ اکثر نئے مسائل ایسے ہیں جن کا حل کسی کو نہیں معلوم، سب متلاشی ہیں۔ مسئلہ اس تلاش میں فعال حصہ لینے کا ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان مسائل سے لاتعلقی ختم کر کے انہیں اپنانا چاہئے، انہیں اپنی مجالس میں زیرِ غور لانا چاہئے، ان کا اپنے پریس میں چرچا کرنا چاہئے، اور جب بھی، جہاں بھی انہیں دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ مل کر ان پر تبادلہ خیالات کا موقع ملے لیبیک کہنا چاہئے۔

کرنے کا دوسرا کام یہ ہے کہ جو قدم انفرادی طور پر یا مقامی یا ملٹی اور ملکی سطح پر اٹھائے جاسکتے ہوں ان میں مسلمان افراد، گروہ اور ممالک پیش قدمی کریں۔ پانی کے استعمال میں احتیاط، ماحولیاتی تلوث میں اضافہ کرنے والی چیزوں کے استعمال میں ممکنہ حد تک کمی اور سماجی تعلقات میں بے انصافی کی تمام شکلوں سے دور رہنا اس کی چند نمایاں مثالیں ہیں۔

یہ دونوں کام، حل کی تلاش میں حصہ لینا اور عملی طور پر جو کچھ بھی کرنا طے پا چکا ہو اس پر

حتی الامکان عمل درآمد، سارے مسلمان کریں خواہ وہ مسلم اکثریتی ممالک میں رہتے ہوں یا دوسرے ممالک میں۔

اپنے اصل موضوع، تعمیر انسانیت میں مقاصد شریعت کا حصہ، کی مناسبت سے اہم بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں کاموں میں اصل رہنمائی مقاصد شریعت سے حاصل ہوگی نہ کہ جزئیات فقہ سے۔ جس زمانہ میں فقہ مرتب ہوئی تھی، اور جن صدیوں تک اس میں کچھ نہ کچھ ارتقاء ہوتا رہا، اس زمانہ میں یہ مسائل نہیں پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر کی نوعیت ایسی ہے کہ قدیم پر قیاس کے ذریعہ حکم شرعی کا اکتشاف ممکن نہیں۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مقاصد سے غفلت برت کر جزئیات فقہ پر قیاس کے ذریعہ حکم شرعی تک پہنچنے کی کوشش مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل کے سیاق میں کچھ ایسی صورت حال پر منتج ہو سکتی ہے جو فنانس کے باب میں سامنے آ چکی ہے جس کی بعض مثالیں ہم پہلے دے چکے ہیں۔

کیا کیا جائے

اہل علم کے کرنے کے کام اور ہیں، اہل سیاست کے کرنے کے کام دوسرے ہیں۔ اس مقالہ میں علم کی نسبت سے یہ بات کہی جا رہی ہے کہ قرآن و سنت نے ہمیں سب کی خیر خواہی کی جو تعلیم دی ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم ان مسائل کو اپنا موضوع بنائیں۔ ایجابی طور پر یہ دیکھیں کہ زیرغور مسئلہ سے متعلق مقاصد شریعت کیا ہیں۔ پھر ان باتوں کی نشان دہی کریں جو ان مقاصد سے ٹکراتی ہیں مگر مسلمان انھیں اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان باتوں پر زور دیں جو اس مسئلہ کے حل کے لیے مسلمانوں کو کرنا چاہئیں لیکن وہ نہیں کر رہے ہیں۔ تیسرے مرحلہ پر یہ دیکھا جائے کہ معاصر دنیا میں اس مسئلہ کی نسبت سے کیا سوچا جا رہا ہے، کیا کیا جا رہا ہے۔ اس بارے میں اپنی رائے بنائی جائے اور سامنے لائی جائے۔

نہ تو یہ مقالہ نگار اس کی صلاحیت رکھتا ہے نہ ایک مقالہ کے حدود میں یہ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مشترکہ انسانی مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ان تینوں پہلوؤں سے روشنی ڈالی جائے۔ صرف مثال کے طور پر ہم ایک مسئلہ پر بات کریں گے جس کا ذکر اوپر دی گئی فہرست میں سب سے آخر میں آیا ہے، یعنی ایٹمی، کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں سے دنیا کو پاک کرنا۔

عام تباہی مچانے والے اسلحوں کا مسئلہ

دیکھنا یہ ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلہ میں کیا موقف بنتا ہے۔ مسلمانوں کے

معاصر فکر و عمل میں اس موقف سے کس حد تک مطابقت پائی جاتی ہے اور معاصر دنیا کیا سوچتی ہے۔

اس بارہ میں دو رائے نہیں ہونی چاہئے کہ عام تباہی بچانے والے ہتھیار جو محارب اور غیر محارب میں تمیز نہیں کر سکتے ہوں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر جن کے تباہ کن اثرات موجودہ نسل کے بعد بھی کئی نسلوں تک اور جس علاقہ میں ان کو استعمال کیا جائے اس سے دور دور تک کے علاقوں تک پھیل جاتے ہیں، ایسے ہتھیاروں کا استعمال فساد فی الارض میں داخل ہے۔ فساد فی الارض کو دور کرنا مقاصد شریعت میں سے ہے۔ چنانچہ نیوکلیائی، کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کے بنانے پر اور ان کی خرید و فروخت نیز ان کے استعمال پر پابندی ہونی چاہئے۔ شریعت کی اصطلاح میں ان اسلحہ جات کو بنانا، ان کی خرید و فروخت اور ان کا استعمال حرام ہے۔ یہ حرمت غیر مشروط ہے، کوئی ایسی صورت متصور نہیں جس میں فساد فی الارض جائز ہو۔

ہمارے علم و اطلاع کی حد تک مذکورہ بالا نکتہ پر، نظری طور پر، پوری دنیا کا اتفاق ہے۔ مگر عملی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ جن پانچ بڑی طاقتوں نے ابتداء یہ اسلحے بنائے تھے ان کے پاس تو ان کے اسٹاک ہیں ہی، ان کے علاوہ متعدد ممالک نیوکلیائی ہتھیار بنانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کے بارہ میں بات صاف نہیں ہے۔ گمان غالب یہی ہے کہ وہ بھی بڑی طاقتوں کے پاس اور ان کے باہر بھی، موجود ہیں۔ کوئی آثار نہیں کہ انسان اپنے وجود کے سر پر لگتی اپنی ہی بنائی ان تلواروں سے کب اور کیسے نجات پا سکے گا۔ سوال یہ ہے کہ ان حالات میں قرآن و سنت مسلمانوں کو کیا موقف دیتے ہیں؟

جہاں تک مسلمانوں کے موجودہ موقف کا سوال ہے اس کا کوئی مستند اظہار میسر نہیں جو یہاں نقل کیا جا سکے۔ عام فضا یہ ہے کہ ان اسلحوں کو ختم ہونا چاہئے، مگر چونکہ سردست اسرائیل، امریکہ وغیرہ ان سے لیس ہیں لہذا مسلمانوں کو بھی ان سے لیس ہونا چاہئے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ 'فکر و نظر' میں اس سے پہلے چھ مقالے شائع ہو چکے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مقاصد شریعت، ایک عصری مطالعہ، اپریل۔ جون ۲۰۰۴

مقاصد شریعت اور معاصر اسلامی فکر، وقائع اور امکانات، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۵

مقاصد شریعت کی پہچان اور تطبیق میں عقل اور فطرت کا حصہ، اپریل۔ جون ۲۰۰۶

مقاصد شریعت کے فہم و تطبیق میں اختلاف کا حل، جنوری۔ مارچ ۲۰۰۷

مقاصد شریعت کی روشنی میں اجتہاد کی حالیہ کوششیں، اپریل۔ جون ۲۰۰۷

مقاصد شریعت کی روشنی میں معاصر اسلامک فنانس کا جائزہ، جولائی-ستمبر ۲۰۰۷ء

- ۲۔ سورہ بقرہ: ۸۳
- ۳۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۷۷، کتاب الایمان۔ اس مقالہ میں صحاح ستہ اور موطاء امام مالک کے سارے حوالے بیت الافکار الدولیہ کے شائع کردہ ایڈیشن سے ہیں جس کا مستقر ریاض اور عمان میں ہے۔ تاریخ اشاعت درج نہیں۔
- ۴۔ سنن دارمی، دار الریان للتراث، قاہرہ، دو جلدیں۔ ۷۸۹۱
- ۵۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۷۷۔ کتاب الایمان
- ۶۔ احمد ابن حنبل: مسند، مسند عمرو بن الخطاب، المطبعة المیمنیہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، جلد ۱، صفحہ ۵۵
- ۷۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۷۳۔ کتاب الایمان
- ۸۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۶۰۰۶۔ کتاب الادب
- ۹۔ سنن دارمی، دار الریان للتراث، قاہرہ، دو جلدیں، ۱۹۸۷ء، مسند، حدیث نمبر ۲۳۶۵
- ۱۰۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۵۳۷۳
- ۱۱۔ بخاری: صحیح، حدیث نمبر ۶۰۱۲۔ کتاب الادب
- ۱۲۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، جلد ۱، صفحہ ۲۱۶۔ بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۴
- ۱۳۔ مسند ابی یعلیٰ بحوالہ النصوص الاقتصادیہ من القرآن والسنة، صفحہ ۵۵۵۔ مرتبہ منذر کھف، جدہ، جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵
- ۱۴۔ سورہ آل عمران: ۱۳۳
- ۱۵۔ سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی، بحوالہ، النصوص الاقتصادیہ من القرآن والسنة، صفحہ ۲۳۵۔ مرتبہ منذر کھف۔ جدہ، جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵
- ۱۶۔ مسند ابی یعلیٰ، بحوالہ النصوص الاقتصادیہ، صفحہ ۷۷، بحوالہ بالا
- ۱۷۔ سورہ نساء: ۱۱۴
- ۱۸۔ مسلم: صحیح، حدیث نمبر ۱۳۶۔ کتاب الایمان
- ۱۹۔ احمد بن حنبل، مسند، مسند ابی سعید الخدری، المطبعة المیمنیہ، مصر، ۱۳۰۶، جلد ۳، صفحہ ۸
- ۲۰۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ترتیب ابن منظور، جلد ۴، صفحہ ۲۷۸۔ دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۴
- ۲۱۔ سورہ مائدہ: ۳۲
- ۲۲۔ سورہ النساء: ۱۶۱
- ۲۳۔ سورہ اعراف: ۸۵
- ۲۴۔ سورہ ہود: ۸۴-۸۵
- ۲۵۔ سورہ شعراء: ۱۸۲-۱۸۳
- ۲۶۔ سورہ الطفقین: ۱-۳
- ۲۷۔ سورہ نساء: ۵۸
- ۲۸۔ سورہ ص: ۲۶

- ۲۷۔ سورہ حدید: ۲۵
- ۲۸۔ سورہ اعراف: ۲۹
- ۲۹۔ سورہ لقمان: ۱۸
- ۳۰۔ ابن عساکر، مختصر تاریخ دمشق، ترتیب ابن منظور، جلد ۲۴، صفحہ ۳۱۶۔ دمشق، دارالفکر، ۱۹۸۹
- ۳۱۔ سورہ بقرہ: ۱۶۸
- ۳۲۔ موطا امام مالک اور سنن ابی داؤد، بحوالہ، النصوص الاقتصادية في القرآن والسنة، مرتبہ منذر کہف۔ جدہ، جامعہ الملک عبدالعزیز، ۱۹۹۵۔ صفحہ ۶۷
- ۳۳۔ سورہ الحجرات: ۱۳
- ۳۴۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۴، جزء ۷، صفحہ ۳۹-۴۰۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸
- ۳۵۔ سورہ بنی اسرائیل: ۷۰
- ۳۶۔ ابن ماجہ، سنن، حدیث نمبر ۴۰۱۰
- ۳۷۔ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد ۳، جزء ۶۔ صفحہ ۳۰۵۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸۔
- ۳۸۔ ابن کثیر، جلد ۴، جزء ۷، صفحہ ۶۳۔ بحوالہ بالا
- ۳۹۔ سورہ انبیاء: ۱۰۷
- ۴۰۔ سورہ مائدہ: ۲
- ۴۱۔ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ، جلد ۴ م جزء ۷ صفحہ ۴۰۔ قاہرہ، دارالبیان للتراث، ۱۹۸۸
- ۴۲۔ ایضاً، صفحہ ۲۴
- ۴۳۔ سورہ قصص: ۳۸
- ۴۴۔ ابن کثیر، جلد ۴، جزء ۸، صفحہ ۸۔ بحوالہ بالا
- ۴۵۔ سورہ ہود: ۸۸
- ۴۶۔ سورہ جمعہ: ۲
- ۴۷۔ محمد طفیل، نقوش، رسول ﷺ نمبر، جلد یاز دہم، شمارہ نمبر ۱۳۰۔ لاہور، ادارہ فروغ اردو، جنوری ۱۹۸۵ء، (سیرت ابن اسحاق) صفحہ ۲۵۲-۲۵۳
